

تمغای تربیت

مجموعه مقالات و خاطرات
از استاد ارجمند
دکتر محمد علی شریعتی

تألیف و گردآوری: دکتر محمد علی شریعتی

پیشگام
مطبعه و انتشارات

ختمِ بخاری شریف

قرآنِ کریم کے بسنے والی پرستشیں میں کتب کی تعریف
حدیث کی تشریح اور اس کی سند اور متن پر انتہائی جامع بیان

جس پر دنا غنمی، محمد تقی عثمانی، سید جلیل

بیت العلوم

۲۰۰۰ء وادیِ پاکستان، لاہور۔ فون: ۳۷۳۳۳۳۳

﴿فہرست﴾

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	ایک حادثہ	۵
۲	حدیث کی روایت کی حفاظت	۶
۳	حدیث مسلسل بالاولیہ	۷
۴	صحیح بخاری کا ایک عجیب طرز	۹
۵	آغاز اور اختتام مکتوبہ حیدرہ	۱۰
۶	حدیث کے بغیر قرآن کا سمجھنا ناممکن ہے	۱۱
۷	پیغمبر کو بھیجنے کی ایک ظاہری حکمت	۱۲
۸	قرآن کے ساتھ حضور ﷺ کے مبعوث ہونے کی وجہ	۱۳
۹	مقصد بعثت رسول ﷺ	۱۴
۱۰	اعمال کا وزن کہاں جائے گا	۱۵
۱۱	اعمال کے اعداد وزن پیدا کرنے کا طریقہ	۱۶
۱۲	بدعت کی ایک آسان مثال	۱۷

۱۳	ہریدیتے وقت بھی اچھی نیت کر لیں	۱۹
۱۴	اخلاص عظیم دولت ہے	۱۹
۱۵	لوگوں کی عام حالت	۲۰
۱۶	بخاری کی آخری حدیث	۲۲
۱۷	ایک کلمہ حمد کی تاثیر	۲۳
۱۸	اس کلمہ سے خشیت باری پیدا ہو جاتی ہے	۲۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ختم بخاری شریف﴾

بعد از خطبہ مسنونہ بزرگان محترم اور برادران عزیز!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک حادثہ

اس جامعہ کے نہایت شفیق استاذ حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کے صاحبزادے اور علم و عمل کے آسمان حضرت مولانا محمد مجاہد صاحب کے ساتھ سال کے دوران ایک حادثہ پیش آیا تھا وہ یہ کہ جمعہ کے دن وہ خالوں کے ہاتھوں شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے (اللہ تعالیٰ ان کو درجات عالیہ سے نوازے) آمین۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایسی مشیت ہے کہ جس کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نوجوانی میں ان کو شہادت کے اس بلند مقام پر فائز فرمایا ہے جس کی تمنا بڑے بڑے اولیاء کرام اور بزرگان دین نے کی دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت

بر کا جسم کو صبر اور حوصلہ کا اعلیٰ مقام عطا فرمایا اس لیے ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم اس مجلس میں ان کے رفیع درجات اور ان کے پس ماندگان کیلئے صبر جمیل اور اجر جزیل کی دعا کریں۔

حدیث کی روایت کی حفاظت

ختم بخاری شریف کے اس مبارک موقع پر جو آخری حدیث تلاوت کی گئی اس کے بارے میں کچھ گذارشات عرض کرنا چاہتا ہوں۔

حدیث کے سلسلے کا ایک غیر معمولی مظاہرہ یہ ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا التعلیہ والسلام نے نہ صرف رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو یاد رکھا بلکہ احادیث کی حفاظت کے ساتھ ساتھ آنحضرت ﷺ کی ایک ایک ادا کو محفوظ رکھنے اور بقیامت آنے والے لوگوں تک پہنچانے کا اہتمام کیا۔ حضور اقدس ﷺ سے جیسے سنا، اسی کیفیت سے اپنے شاگردوں کو بتایا۔ اگر جناب رسول اللہ ﷺ نے کوئی بڑی حدیث ارشاد فرماتے وقت تبسم فرمایا تھا تو سننے والے جب اس حدیث کو بیان فرماتے تو تبسم فرما کر دکھاتے، اگر آنحضرت ﷺ نے کسی صحابی کو ارشاد فرماتے وقت اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا تو ان صحابی نے وہ حدیث اپنے شاگرد کو سناتے وقت بالکل اسی طریقے سے ہاتھ

میں ہاتھ لیکر سنائی اور پھر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔

حدیث مسلسل بالاولیہ

طلباء حدیث ایسی بے شمار احادیث جانتے ہیں جن کو ”حدیث مسلسل“ کہا جاتا ہے اور وہ اسی تسلسل کے ساتھ چلتی رہیں۔ انہیں میں سے ایک حدیث ”مسلسل بالاولیہ“ کہلاتی ہے، یعنی وہ حدیث ایسی ہے کہ جب بھی کوئی طالب علم، کسی استاذ سے حدیث پڑھنے جاتا تو استاذ جس حدیث کو سب سے پہلے پڑھاتا ہے وہ حدیث ”مسلسل بالاولیہ“ کہلاتی ہے اور یہ سلسلہ حضرت سفیان بن عیینہ سے لے کر آج تک چلا آرہا ہے۔

تو گزشتہ سال کے اور اس سال کے فارغ التحصیل طلباء نے فرمائش کی ہے کہ آخری حدیث سے پہلے حدیث مسلسل بالاولیہ پڑھاؤں تاکہ سب سے پہلی حدیث جو میں آنکھوں میں اس کا سلسلہ حضرت سفیان بن عیینہ سے ملتا ہو۔ میں نے یہ حدیث تین اساتذہ کرام سے سنی ہے۔ ان میں پہلے حضرت شیخ حسن صاحب ہیں جو کہ مالکی ہیں اور مکہ مکرمہ کی مسجد حرام میں درس حدیث دیا کرتے تھے، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے سب سے پہلے مجھے یہ حدیث سنائی (جو آگے آرہی ہے) اور دوسرے حضرت شیخ عبدالفتاح

صاحبؒ ہیں علم حدیث کا ہر طالب علم ان کو جانتا ہے اور حال ہی میں ان کا انتقال ہوا ہے، ان سے بھی میں نے پہلے یہی حدیث سنی ہے۔ اور قیسرے حضرت شیخ محمد یاسین صاحبؒ ہیں جو کہ مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے، ان سے بھی میں نے پہلے یہی حدیث سنی ہے جو کہ یہ ہے۔

عن عبد الله بن عمر و بن العاص
رضي الله عنهما قال ! قال رسول
ﷺ الراحمون يرحمهم الرحمن
تبارك و تعالیٰ ارحموا من فی الارض
یرحکم من فی السماء ﴿

”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ
دوسروں پر رحم کرتے ہیں، رحمن ان پر رحم
کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان
والا تم پر رحم کرے گا۔“ (رواہ ابو داؤد
والترمذی عن عبد اللہ بن عمرو)

اس حدیث سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حدیث کے طالب علم کو سب سے

پہلا درس دینے کیلئے محدثین کرام نے ایسی حدیث کا انتخاب فرمایا ہے جو سراسر رحم پر مبنی ہے۔ میں اس حدیث کی اجازت اپنے تمام طالب علموں کو پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکات ہم سب کو عطا فرمائیں۔ آمین

صحیح بخاری کا ایک عجیب طرز

صحیح بخاری کا یہ آخری باب اور آخری حدیث ہے، امام بخاریؒ کے مطالب بھی عجیب و غریب ہیں کہ انہوں نے صحیح احادیث تو اپنی کتاب میں جمع فرمائی ہی ہیں لیکن تراجم الابواب کا حسن بھی خوب ہے یعنی باب کے عنوان اس طرح قائم کیے ہیں کہ ہر باب کا عنوان ایک مستقل فقہی یا کلامی مسئلہ یا ایک پیغام ہے جو امام بخاریؒ امت مسلمہ کو دینا چاہتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی اس کتاب میں جو آخری کتاب قائم فرمائی ہے وہ ”کتاب التوحید“ ہے۔ اور دیکھنے کی بات یہ ہے کہ توحید تو ایمان کا سب سے پہلا اور جزاء عظیم ہے، اور کتاب الایمان میں توحید کا ذکر بار بار آچکا، پھر آخر میں کتاب التوحید کو دوبارہ قائم کرنے کا بظاہر کوئی مقصد نظر نہیں آتا، لیکن اس سے امام بخاریؒ یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ ایک مسلمان کی زندگی کا آغاز بھی کلمہ توحید سے ہوتا ہے اور اسکی زندگی کا اختتام بھی کلمہ توحید سے ہونا چاہیے۔

آغاز اور اختتام کلمہء توحید پر

کلمہء توحید سے زندگی کا آغاز اس طرح ہوتا ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسکے کان میں سب سے پہلے جو کلمات ڈالے جاتے ہیں وہ ہیں۔ "اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمد الرسول اللہ" اور اسکے کان میں اذان دی جاتی ہے جو سراسر کلمہء توحید ہے، یہ ایمان کا پہلا سچ ہے جو اسکے کان کے ذریعے اسکے قلب میں اتارا گیا۔ پھر سارا معرکہء زندگی سر کرنے کے بعد، سرد گرم ٹھکنے کے بعد اور دنیا کے تمام جھیلوں سے گزرنے کے بعد مسلمان کی زندگی کا اختتام بھی اس طریقے سے ہوتا ہے کہ مرنے والے کے آس پاس بیٹھے والے لوگوں کو حکم ہے کہ وہ اسکو کلمہء توحید کی تلقین کریں۔ تلقین کا معنی یہ نہیں ہے کہ کسی سے کہا جائے کہ تم کلمہء پڑھو بلکہ تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کو اسکی زندگی کے آخری لمحات میں دیکھو اور سمجھ لو کہ اب یہ دنیا سے رخصت ہونے والا ہے تو تم خود کلمہء پڑھنا شروع کر دو تا کہ اسکو یاد آ جائے اور وہ آخری بات جو زبان سے نکالے وہ کلمہء توحید ہو۔

اور حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کا آخری کلمہ "لا الہ الا اللہ" زبان سے نکلے تو وہ جنت میں جائے گا۔

حدیث کے بغیر قرآن کا سمجھنا ناممکن ہے

امام بخاریؒ کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے ہر باب میں کوئی نہ کوئی قرآنی آیت لاتے ہیں اور اس کے بعد حدیث ذکر کرتے ہیں جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ نبی اکرمؐ سرور دو عالم ﷺ کی حدیث خواہ قولی ہو یا فعلی، اللہ تعالیٰ کے کلام کی تفصیل ہے لہذا اگر اللہ تعالیٰ کے کلام کو سمجھنا ہے تو وہ حضور اکرم ﷺ کی حدیث کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ جو آدمی یہ چاہے، یا دعویٰ کرے کہ میں حدیث ﷺ کی مدد کے بغیر قرآن کو سمجھ لوں گا تو وہ درحقیقت نزول وحی اور اس دنیا میں پیغمبروں کی بعثت کے فلسفہ ہی سے جا ملے ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب بھی اپنا کلام بھیجا تو ساتھ میں کسی پیغمبر کو بھی بھیجا اس لیے کہ اس کلام کو تم خود نہیں سمجھ سکتے۔ اسی لیے قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ

﴿لَتبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نَزَلَ إِلَيْهِمْ﴾

(پہا سورہ اہل آیت نمبر ۴۴)

جن پر ہم نے قرآن اتارا، ان کو اس لیے بھیجا گیا ہے کہ لوگوں کو اس کی تفسیر کر کے بتائیں، چنانچہ تم ان کی تعلیمات کی روشنی میں قرآن کو پڑھو اور

اگر تم نے حدیث سے قطع نظر کر کے سرکارِ دو عالم ﷺ کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا اور ڈکٹری کی مدد سے قرآن سمجھنے کی کوشش کی تو قرآن تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔

پیغمبر کو بھیجئے کی ایک ظاہری حکمت

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کسی نے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ تو حضرت عائشہؓ فرمایا

﴿كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ﴾

”آپ کا اخلاق قرآن تھا (یعنی آپ ﷺ قرآن کی عملی تفسیر تھے)۔“

تمام انبیاء کی ہمت کا مقصد درحقیقت یہ ہوتا ہے کہ وہ احکامِ الہی کی تفسیر کریں۔ مشرکین مکہ کہتے تھے کہ یہ قرآن جو اللہ کی طرف سے جناب رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوتا ہے، اگر اللہ نے ہمیں ہدایت دینی تھی تو براہِ راست کیوں نہ ہدایت دیدی؟ دراصل پیغمبر کو اس لیے بھیجا جاتا ہے کہ اگر صرف کتاب ہر آدمی پر نازل کر دی جاتی تو وہ اپنی سمجھ سے اس کو انجانے کیا سمجھتا؟ اور کس طرح اس پر عمل کرتا؟ دراصل پیغمبر کا کام ہوتا ہے

﴿يُنَزِّلُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾

”کہ وہ کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں“ (سورہ آل عمران آیت ۱۶۴)

لیکن لوگ یہ نہیں سوچتے کہ اگر اللہ کی کتاب کافی ہوتی تو کسی پیغمبر کو بھیجنے کی ضرورت نہ تھی۔

قرآن کے ساتھ حضور ﷺ کے مبعوث ہونے کی وجہ

اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا

﴿لَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ مِنْ آلِهٍ نُورُؤْ وَكِتَابٌ مُبِينٌ﴾

”ہم نے تمہارے پاس ایک ایسی کتاب بھیجی ہے کہ جو مبہم

نہیں اور نہ ہی مجمل ہے بلکہ کتاب مبین (واضح کتاب) بھیجی

ہے“ (پ ۶ سورہ المائدہ آیت نمبر ۱۵)

اس پر اعتراض ہو سکتا تھا کہ جب واضح کتاب بھیج دی تو اس پر تشریح

کی کیا ضرورت تھی؟ یاد رکھیں! اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے خود سمجھایا کہ اگر

تمہارے پاس کوئی عالیشان کتاب ہو لیکن اندھیرا ہو، نہ سورج کی روشنی ہو اور

نہ دن کی روشنی، نہ چراغ کی روشنی ہو اور نہ بجلی کی روشنی، تو کیا وہ کتاب

تمہارے کام آئے گی؟ کیونکہ روشنی کے بغیر فائدہ تو دور کی بات تم اس کو پڑھ

ہی نہیں سکتے، اور پھر ان چیزوں کے موجود ہونے کے بعد خدا نخواستہ تمہارے

پاس آنکھ ہی نہیں تو وہ کتاب تمہارے لیے کارآمد نہیں ہو سکتی تھی اسی لیے ہم نے اس کتاب میں کے ساتھ ایک نور بھیج دیا اور وہ نور ہے جناب رسول اللہ ﷺ کی تفسیر و تشریح اور تعلیم۔

مقصد بعثت رسول ﷺ

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے مقصد کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

﴿وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾

”آپ ﷺ کو اس لیے بھیجا تا کہ آپ ان کو

پاک صاف کریں اور ان کو کتاب و حکمت کی

تعلیم دیں“

قرآن حکیم میں کہیں ”یُعَلِّمُهُم“ پہلے ہے اور کہیں ”يُزَكِّيهِمْ“ اس کی وجہ

مفسرین کرام نے یہ لکھی ہے کہ جہاں ”يُزَكِّيهِمْ“ پہلے ہے وہاں اشارہ اس

بات کی طرف ہے کہ اس کتاب کو سمجھنے سے پہلے انسان کا دل پاک صاف ہونا

چاہئے اور اگر دل میں طلب اور اسلام نہیں تو وہ حضور اقدس ﷺ کی تعلیمات

سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

اعمال کا وزن کہاں جائے گا؟

یہاں پر امام بخاریؒ نے یہ آیت ذکر فرمائی:

﴿وَنُضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ﴾

(پہلے سورہ انعام آیت نمبر ۴۷)

”کہ ہم قیامت کے دن لوگوں کے درمیان
عدل و انصاف کے فیصلے کیلئے ترازویں لگائیں
گے اور ان ترازوؤں میں انسان کے اعمال کو تول
جائے گا“

اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ترازوؤں میں کوئی اجناس مثل گندم اور
چاول نہیں تولی جائیں گی اور نہ ہی انسانوں کو تول جائے گا بلکہ بقول امام بخاریؒ
ہنسی آدم کے اعمال و اقوال کو تول جائے گا۔ اشارہ اس بات کی طرف مقصود
ہے کہ جب انسان دنیا میں آتا ہے تو اس پر کچھ اعمال فرض، واجب، سنت اور
مستحب کے درجے میں لاگو کر دیئے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ
نے سب سے پہلے کتاب الایمان قائم کی، اس کے بعد کتاب العلم، اس کے
بعد کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم اور کتاب الحج۔

نکاح، طلاق اور بیچ کے بارے میں ابواب قائم کئے، پھر معاملات، معاشرت اور اخلاقیات وغیرہ جتنے احوال بھی انسان کی زندگی میں پیش آتے رہتے ہیں ان تمام اعمال کے بارے میں ابواب قائم کرنے کے بعد آخر میں کہتے کہ ”ان اعمال بنی آدم و قوله یوزن“ تاکہ یاد دہانی کرا دیں کہ اعمال اور اقوال کا وزن ہوگا۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ اعمال میں وزن کس طرح پیدا ہو؟ اس لیے ہر عمل کرتے وقت اس بات کو ذہن میں رکھنا ہوگا کہ اللہ جل شانہ کے سامنے حاضری کے وقت اس عمل کو تولا جائے گا۔ مثلاً نماز تو پڑھ لی لیکن اس میں دکھاوا شامل ہو گیا تو عمل ہونے کے باوجود اس میں وزن نہ رہا۔

اعمال کے اندر وزن پیدا کرنے کا طریقہ

یاد رکھیں! اعمال کے اندر وزن دو چیزوں سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک صدق سے اور دوسرا اخلاص سے۔ صدق کا معنی یہ ہے کہ عمل سنت اور شریعت کے مطابق کرے اس کے برخلاف کی صورت میں اعمال کے اندر وزن پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور اخلاص کا معنی یہ ہے کہ اس میں مخلوق کی رضا شامل نہ ہو بلکہ خالق کو راضی کرنا مقصود ہو لہذا جو بھی عمل رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف ہو اسے سنت سمجھ کر کیا جائے تو وہ بدعت بن جاتا ہے۔ اور بدعات بظاہر تو بڑی

اچھی نظر آتی ہیں مثلاً ایک آدمی کے مرنے کے بعد اس کا تیج، دسواں یا چہلم کر دیا جائے تو بظاہر اس میں کیا حرج ہے؟ قرآن ہی تو پڑھا گیا، دعوت ہی تو کی گئی اور غریبوں کے ساتھ ساتھ امیروں کو بھی کھلا دیا تو کیا فرق پڑ گیا؟ تو سن لیجئے کہ حرج یہ ہے کہ یہ عمل رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف ہے اور جو کام سنت کے مطابق نہ ہو تو انہیں وزن نہیں ہوتا اور جس عمل میں وزن نہ ہو وہ اللہ کے یہاں مقبول نہیں۔

بدعت کی ایک آسان مثال

میں اس کی مثال یوں دیا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ مغرب کی نماز میں تین کی بجائے چار رکعتیں ہونی چاہیں، لہذا وہ تین کو نامکمل سمجھتے ہوئے چار رکعتیں پڑھ لیتا ہے تو نہ صرف یہ کہ اس کی چوتھی رکعت بیکار ہوگی بلکہ بعض صورتوں میں وہ تین بھی ضائع ہو جائیں گی، کیونکہ ایسا کرنا اللہ کے حکم اور جناب رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق نہیں ہے۔ بہت سے کفار و مشرکین کے دل میں اخلاص ہوتا ہے اور ان کا مقصد بھی خدا کو راضی کرنا ہوتا ہے، گنگا کے کنارے جا کر دیکھیے کہ کتنے ہی آدمی ایک ٹانگ پر کھڑے ہیں اور کتنے ہی مہینوں تک کھانا نہیں کھاتے اور طرح طرح کے مجاہدات میں

گئے رہتے ہیں۔ تو بظاہر ان کا مقصد بھی خدا کو راضی کرنا ہوتا ہے لیکن چونکہ طریقہ صحیح نہیں اس لئے ان کے ان مجاہدات کا کوئی فائدہ نہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

﴿عَمَلٌ تَتَّبِعُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ

ضَلُّ سَبِيلُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَهُمْ

نَجَسٌ ۚ بَلْ أَتَهُمُ النَّحْسِيُّونَ فَهُمْ مَصْنُوعٌ

”کیا میں بتاؤں کہ اس دنیا میں سب سے زیادہ

نقصان میں کون لوگ ہیں؟ جن کی محنت اس دنیا

میں رائیگاں گئی اور وہ سمجھتے رہے کہ ہم نے اچھا

کام کیا“ (پ ۱۶ سورہ تکوین آیت ۲۳-۲۴)

تو اگر صدق یا طریق سنت سے محروم ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں قرآن پاک فرماتا

←

﴿وَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى النَّاسِ إِذْ أَنْشَأَ مِنْ نَسْلِ

﴿فَجَعَلْنَاهُمْ قَبَائِلَ مَشْهُورًا﴾

”جو عمل انہوں نے کیے، ایمان اور عطا وہ اس

طریقے کے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بتایا
تو وہ سارے اعمال ہم قیامت کے دن ایسے
کر دیں گے جیسے اڑتا ہوا غبار“

(۹۷ سورہ الرعد آیت نمبر ۳۳)

ہدیہ دیتے وقت بھی اچھی نیت کر لیں

بزرگوں نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ یہ جو تم ایک دوسرے کو ہدیہ
دیتے ہو، جس کی ترفیب بھی رسول ﷺ نے دی کہ ایک دوسرے کو ہدیہ دو،
اس سے آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ تو اس وقت بھی دل میں مقصد اللہ کو راضی
کرنا ہو اور دل میں سنت نبوی ﷺ کی نیت کرے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ
اسکی طرف سے کسی جواب کا انتظار نہیں ہوگا اور اس میں وزن پیدا ہوگا۔ لیکن
اگر دینے کا مقصد لینا یا لوگوں کے سامنے تعریف کرانا ہو تو اس میں اخلاص نہ
رہا جسکی وجہ سے اس میں وزن نہ رہا۔

اخلاص عظیم دولت ہے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ یہ جو اعزاز

واقرباء میں لڑائیاں اور جھگڑے ہوئے ہیں اسکا ایک بنیادی سبب یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے اعزہ سے توقعات وابستہ کیے ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی اپنی توقعات کو صرف اللہ کے ساتھ وابستہ کر لے تو انشاء اللہ وہ باعث اجر ہوگا اور اسے کوئی رنجش، شکوہ، اور کوئی گلہ نہیں ہوگا اس لیے اخلاص بڑی عظیم دولت ہے۔

تو امام بخاری اپنی آخری کتاب میں بیان فرما رہے ہیں کہ یہ جتنی عبادات میں پیچھے بیان کر چکا ہوں ان تمام اعمال کو انجام دیتے وقت نیت درست کر لو کہ میں یہ عمل اللہ جل شانہ کی رضا جوئی کے لیے کر رہا ہوں تاکہ مباح کام (وہ کام کہ جن پر بظاہر ثواب ہو اور نہ گناہ) بھی درست نیت سے باعث اجر و ثواب بن جائیں۔

لوگوں کی عام حالت

یہاں یہ بات بھی واضح کرنا چلوں آجکل کہ لوگ بہت کثرت سے اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ حدیث میں ہے ”انما الاعمال بالنیات“ کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ اور اس حدیث کی آڑ میں یہ سوچ کر ہر طرح کے ناجائز کام کر رہے ہیں کہ ہماری نیت تو صحیح ہے۔ مثلاً سود

کا معاملہ میں لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس کے ذریعے اپنے اہل و عیال کے لیے کھانے، پینے کا انتظام کریں گے اسی لیے یہ جائز ہوا۔ خوب سمجھ لیجئے کہ اس حدیث میں وہ اعمال مراد ہیں جو کہ جائز ہوں۔ ناجائز اور حرام کام خواہ کتنی ہی اچھی نیت سے ہوں وہ کبھی جائز اور حلال نہیں ہو سکتے۔ کوئی آدمی غریبوں میں مال تقسیم کرنے کی نیت سے چوری کرتا ہے تو یہ اچھی نیت چوری کے حلال ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

غرضیکہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے پتہ چلا کہ قیامت کے دن ترازوئیں قائم کی جائیں گی جس میں اعمال تولے جائیں گے۔ پھر آگے ”وقوله“ ”فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اعمال کے ساتھ ساتھ زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بھی تولے جائیں گے۔

ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ انسان کو جہنم میں اوندھے منہ گرانے والی چیز انسان کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں اور لوگوں کی حالت یہ ہے کہ وہ زبان سے الفاظ نکالتے ہوئے سوچتے ہی نہیں اور ملت کا عذاب سر لیتے ہیں۔

بخاری کی آخری حدیث

آخر میں بخاری شریف کی آخری حدیث اس طرح ہے

﴿عن ابی ہریرہؓ قال! قال رسول

ﷺ کلمتان حیبتان الی الرحمن

خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان

سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ

المعظم﴾

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ

کلمے ایسے ہیں جو رحمان کو محبوب ہیں۔ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ننانوے ۹۹

اسمائے حسنیٰ میں صرف رحمن کو اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے خاص

کیا ہے کہ جب یہ رحمن کو محبوب ہیں تو جو شخص یہ کلمے پڑھے گا، اس پر اللہ تعالیٰ

کی رحمتیں نازل ہوں گی۔ آگے فرمایا کہ ”خفیفتان علی اللسان“ ”زبان

کے اوپر بہت ہلکے ہیں“ دل میں شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب زبان پر ہلکے ہیں تو

میزان میں بھی ہلکے ہوں گے تو آگے فرمادیا ”ثقیلتان فی المیزان“ کہ

میزان عمل میں انکا وزن بہت ہے۔ اس حدیث میں ان دو کلمات کے تین ۳ وصف بیان فرمائے گئے ہیں کہ رحمن کو محبوب، زبان پر ہلکے اور میزان میں بھاری ہیں وہ دو ۲ کلمے یہ ہیں ”سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم“ یہ جو قرآن اور حدیث میں اعمال کی فضیلت بیان کی جاتی ہے اس کا فائدہ بظاہر نظر نہیں آتا لیکن ان سب کی فضیلت اور نور قیامت کے دن ظاہر ہوگا اور جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مادہ پرستی سے منہ اڑ رکھا ہے وہ ان کلمات کی تاثیر کو خوب سمجھ سکتے ہیں۔

ایک کلمہ حمد کی تاثیر

حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابیؓ نے ﴿ہربنا لك الحمد﴾ کے ساتھ ﴿الحمد لله حمد اکثیر طیباً مبارکاً فیه﴾ کہہ دیا تھا تو حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کس نے پڑھا تھا؟ ان صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے پڑھا تھا! جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے ایسا کلمہ پڑھا ہے کہ ستر ۷۰ سے زیادہ فرشتے اس کلمے کو پکڑنے کے لیے دوڑے تاکہ میں سب سے پہلے اسکو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کروں۔ تو ان اعمال کی قدر و رتازدوویں قائم ہونے کے وقت آئے گی۔

اس کلمہ سے خشیت باری پیدا ہو جاتی ہے

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم ۱۰۰ مرتبہ صبح اور ۱۰۰ مرتبہ شام کو پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ اس کلمے کی خاصیت بیان کرتے ہوئے ایک مرتبہ ایک بزرگ نے فرمایا کہ پہلا کلمہ (سبحان اللہ وبحمدہ) اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے اور دوسرا کلمہ (سبحان اللہ العظیم) سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اقرار ہے۔ تو پہلا کلمہ صفت کمال کو اور دوسرا کلمہ صفت جلال کو واضح کرتا ہے۔ تو جس ذات کے اندر جمال و کمال کی صفت پائی جائے اس ذات کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے۔ اور جس ذات کے اندر جلال ہو تو اس کا خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جب محبت اور خوف پیدا ہو جائے گا تو خشیت آ جائے گی اور انسان کی زندگی کو سنوارنے کے لیے یہ چیزیں بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپکو اس کلمہ کو سمجھ کر پڑھنے اور اسکی نورانیت سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

﴿وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین﴾



Handwritten text in red ink, possibly a signature or a date, located at the bottom center of the image.